

22-10-2018

فکرِ رضا

مفتی منیب الرحمٰن

اس سال 25 صفر المظفر کو امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کا صد سالہ عرس منایا جارہا ہے، اس کی مناسبت سے میں اپنی فہم اور علمی بساط کے مطابق فکرِ رضا کے چند گوشے قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ بدقسمتی سے اہل سنت نے چند شعائر اور ظاہری علامات کو عملاً واجب کا درجہ دے رکھا ہے اور فرائض و واجبات اور سُنن کو حسبِ مراتب اہمیت نہیں دی جارہی، اس کے نتیجے میں بے عملی اور بے حسی فروغ پارہی ہے اور مسلک کو حظ و سرور کا ذریعہ بنادیا گیا ہے، نعت خواں و قوال مذہب کے ہیرو اور اسٹار قرار پائے ہیں۔ اس حکمتِ عملی کے سبب دین کی ترجیحات پسِ منظر میں چلی گئی ہیں۔ پاکستان سے لے کر یورپ، کینیڈا اور امریکہ تک ان مجالس کے لیے پرموٹر افراد اور ادارے وجود میں آگئے ہیں۔ برطانیہ میں آرٹ اینڈ کلچر کے لائسنس یافتہ لوگ نعت خوانوں کو بھی اسپانسر کرتے ہیں، گویا یہ آرٹ کا شعبہ بن گیا ہے۔ کاش کہ ان لوگوں نے فتاویٰ رضویہ ہی کا مطالعہ کیا ہوتا تو انھیں دین کی ترجیحات کا علم ہوتا۔ آج سے کم وبیش ایک سو دس سال قبل امام احمد رضا اہل سنت کی بے حسی اور دینی ترجیحات کی معکوس ترتیب کو دیکھ کر تڑپ اٹھے اور لکھا:

مرا سوزیست اندر دل، اگر گویم زباں سوزد — وگر دم در کشم، ترسم کہ مغزِ استخواں سوزد

ترجمہ: دین و مسلک کے بارے میں اپنے لوگوں کے طرزِ عمل کو دیکھتا ہوں تو دل میں جذبات کا ایسا شعلہ اٹھتا ہے کہ اگر انھیں زبان پر لاؤں تو زبان جل جائے اور اگر ضبط کر کے سانس روکے رکھوں تو اندیشہ ہے کہ ان جذبات کی تپش سے ہڈیاں تو کیا، ہڈیوں کا گودا تک جل جائے گا، کیفیت یہی ہے:

جو سچ کہتا ہوں، مزا الفت کا جاتا ہے — جو چپ رہتا ہوں، کلیجہ منہ کو آتا ہے

اہلسنت کی بے عملی کو دیکھتے ہوئے امام احمد رضا قادری نے اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کے لیے ایک منشور دیا، اس کے چند نکات یہ ہیں:

''ایک علماء کا اتفاق جو اُن کے عہد میں بھی مفقود تھا، دوسرا ''تحمّلِ شاق قدر بالطاق''، یعنی ہر مسلمان کو اپنی طاقت کے مطابق دین کی راہ میں مشکلات کو برداشت کرنا جبکہ مسلمان سہل پسند ہوچکے ہیں۔ تیسرا ''اُمراء کا انفاق لوجہ الخلاق''، یعنی ہر طرح کی نمود اور ریاکاری سے بے نیاز ہو کر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اُس کے عطا کیے ہوئے مال میں سے اُس کی راہ میں اس انداز سے خرچ

کرنا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: ''بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا؟'' ۔ پھر لکھتے ہیں: ''یہ تمام چیزیں یہاں مفقود ہیں، کیونکہ لوگوں کو نمود اور شہرت مطلوب ہے''، یہ تو اُن کے دور کا عالم تھا، آج اخلاص سے محرومی اور ریا کاری کی یہ بیماری اور زیادہ پھیل چکی ہے۔ ہمارے ہاں بہت سے مالی وسائل سوم، جمعرات، دسویں بیسویں، چہلم اور اَعراس کی تقریبات پر خرچ ہو جاتے ہیں۔ یہ ایصال ثواب کے مختلف عنوانات ہیں، ان کا جواز و استحباب مسلّم، مگر رسول اللہ ﷺ نے انفاق فی سبیل اللہ کے لیے صدقات جاریہ کو ترجیح دی ہے۔ صدقات جاریہ سے مراد ایسے شعبوں اور ایسی مدّات پر اپنے لیے اور اپنے وفات پانے والے اقارب کے ایصال ثواب کے لیے مال خرچ کرنا جس کا فیض ابدالآباد یا عرصۂ دراز تک جاری وساری رہے، کیا مُحِبین امام احمد رضا نے اس شِعار نبوت کو اختیار کیا ہے اور عمل کے سانچے میں ڈھالا ہے:

خیر گر چاہے، پھر فیض کے اسباب بنا — پل بنا، چاہ بنا، مسجد و تالاب بنا

امام احمد رضا سے پوچھا گیا: ایک خاتون ہر سال گیارہویں شریف کی نیاز کرتی ہیں اور ڈیڑھ من چاول پکا کر غوث الاعظم کی ایصال ثواب کے لیے تقسیم کرتی ہیں، فلاں جگہ ایک دینی مدرسے میں مستحق طلبہ ہیں، اگر یہ اُن پر خرچ کر دیے جائیں تو کیا گیارہویں شریف کی نیاز ہو جائے گی؟۔ آپ نے جواب دیا: تم گیارہویں شریف کی نیاز کے جواز کی بات کرتے ہو، گیارہویں بھی ہو جائے گی اور چودہ سو گنا زیادہ اجر ملے گا، کیونکہ یہ صدقۂ جاریہ ہوگا، انہوں نے لکھا:

(۱) عظیم الشان مدارس قائم کیے جائیں اور باقاعدہ تعلیمی نظام ہو، (۲) انتہائی ذہین اور قابل طلبہ جو غربت کے سبب تعلیم کو ترک کر کے مزدوری کرنے پر مجبور ہیں، اُن کو وظائف دیے جائیں تاکہ وہ تعلیم دین کی طرف مائل ہوں، (۳) مدرّسین کو اعلیٰ معیار پر بیش بہا تنخواہیں دی جائیں تاکہ وہ فکرِ معاش سے بے نیاز ہو جائیں اور کسی کی ملامت کی پروا کیے بغیر اِحقاق حق اور اِبطال باطل کا فریضہ ادا کریں، (۴) طلبہ کے ذہنی رجحان کو دیکھ کر انھیں اُن کے پسندیدہ علمی شعبے کا متخصص بنایا جائے، (۵) جن کے اندر تحقیق اور تصنیف وتالیف کا جوہر ہے، اُن کی قابلیت کے مطابق مشاہرے دے کر اس شعبے میں اُن کی خدمات حاصل کی جائیں، (۶) دینی رسائل وجرائد اور اخبارات کا اجرا کیا جائے، (۷) سودی شکنجے سے نجات کے لیے مسلمانوں کے اپنے مالیاتی ادارے ہوں جو دیانت کا اعلیٰ معیار قائم کرتے ہوئے اسلامی شراکت ومضاربت کے اصولوں پر لوگوں کو خدمات فراہم کریں اور انتہائی ضرورت مندوں کو بلاسود قرضے دیں، (۸) مسلمانوں کے باہم تنازعات کو طے کرنے کے لیے ثالثی کونسلیں بنائی جائیں تاکہ برسوں عدالتوں میں رُلنے اور وکلاء کی بڑی بڑی فیسیں دینے سے بچ سکیں، اس کی ضرورت آج بھی ہر شخص محسوس کر سکتا ہے، کیونکہ ہمارے ہاں انصاف انتہائی گراں قدر جنس بن چکا ہے اور وکلاء کی فیسیں لاکھوں اور کروڑوں میں ہیں۔ قرآنِ کریم نے بھی عائلی تنازعات طے کرنے کے لیے ایک ''مجلسِ تحکیم'' تشکیل دینے کا حکم فرمایا ہے۔

لوگوں نے غلط طور پر یہ تاثر دیا ہے کہ اُن کا من پسند مشغلہ کفر کے فتوے جاری کرنا تھا، یہ اُن کی فکر کی سو فیصد غلط تعبیر ہے، آپ لکھتے ہیں: ''فرضِ قطعی ہے کہ اہلِ کلمہ کے ہر قول وفعل کو، اگرچہ بظاہر کیسا ہی خراب سے خراب تر ہو، حتی الامکان کفر سے بچائیں۔ اگر ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف تاویل بھی پیدا ہو سکتی ہو، جس کی رو سے حکمِ اسلام کی گنجائش نکلتی ہو، تو اس کی طرف جائیں اور اس کے سوا ہزار احتمال اگر جانبِ کفر جاتے ہوں، خیال میں نہ لائیں، (فتاویٰ رضویہ، ج:12ص:317)''۔ آپ حدیث بیان کرتے ہیں: ''لاالٰہ الا اللہ

 

کہنے والوں سے زبان روکو، انہیں کسی گناہ پر کافر نہ کہو، لاالٰہ الا اللہ کہنے والوں کو جو کافر کہے، وہ کفر سے نزدیک تر ہے، (المعجم الکبیر، ج:12، ص:272)''۔ آپ لکھتے ہیں: امام اعظم اور دیگر ائمہ فرماتے ہیں: ''جو کسی مسلمان کی نسبت یہ چاہے کہ اُس سے کفر صادر ہو، وہ کفر کرے یا نہ کرے، یہ (خواہش رکھنے والا) ابھی کافر ہو گیا کہ مسلمان کا کافر ہونا چاہا، (فتاویٰ رضویہ، ج:12، ص:403)''۔ البتہ آپ لکھتے ہیں: ''جو ضروریاتِ دین میں سے کسی شے کا منکر ہو، باجماعِ مسلمین یقیناً قطعاً کافر ہے، اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے، مگر اس کی وضاحت تو کی جائے کہ کسی شخص نے ضروریاتِ دین میں سے کس چیز کا انکار کیا ہے، اگر واقعی ایسا ہے تو علمائے کرام کو اتفاقِ رائے سے فیصلہ صادر کرنا چاہیے تاکہ جماعتی انتشار ختم ہو اور سب یک سُو ہوں''۔ امام احمد رضا قادری کا یہ مشورہ نہایت صائب ہے کہ ایسے اُمور میں، جن کے نتائج دور رس ہوں، انفرادی کی بجائے ثقہ علماء کو اجماعی اور متفقہ فتوے جاری کرنے چاہییں تاکہ اگر کسی پہلو کے بارے میں کسی ایک عالم سے صرفِ نظر ہو جائے تو دوسرا اس کی اصلاح کرلے۔

وہ لکھتے ہیں: ''خدمتِ دین میں مشغول کسی صحیح العقیدہ مسلمان سے تقدیرِ الٰہی سے کوئی لغزش واقع ہو تو اس پر پردہ ڈالنا چاہیے، ورنہ لوگ اُن سے بدظن ہوں گے اور اُن کی تحریر و تقریر سے دین جو فائدہ پہنچتا ہے اُس کا نقصان ہوگا''۔ بعض لوگ بغض و عداوت کی بنا پر کسی کی طرف جھوٹی بات منسوب کرلیتے ہیں، آپ نے حدیث کا حوالہ دیا: ''جس نے اپنے بھائی کو ایسے گناہ پر عار دلایا جو اُس نے نہیں کیا، تو موت سے پہلے یہ شخص خود اس میں مبتلا ہوگا، (سنن ترمذی:2505)''۔

امام احمد رضا قادری کی ایک انتہائی دقیق عبارت کا خلاصہ آسان الفاظ میں پیشِ خدمت ہے، جس سے ان کی فکر میں یُسر اور توسُّع کا اندازہ ہوتا ہے: ''ان امور میں یہ قاعدۂ کلیہ ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ فرائض کی ادائیگی اور حرام کاموں سے بچنے کو مخلوق کی خوشنودی پر ترجیح دے اور ان امور میں کسی کی ناراضی کی پروا نہ کرے۔ دینی حکمت کے تحت مخلوق کی دلداری اور ان کے جذبات کو مستحب کاموں پر ترجیح دے، یعنی نفسانیت نہیں بلکہ دینی مصلحت کے تحت بعض صورتوں میں افضل کاموں کو چھوڑا جاسکتا ہے اور بعض اوقات خلافِ اَولیٰ کام بھی کیا جاسکتا ہے۔ دین کے مُبلّغ کو لوگوں کے درمیان نفرت پیدا کرنے سے گریز کرنا چاہیے، وہ لوگوں کے لیے اذیّت اور دل آزاری کا سبب نہ بنے۔ لوگوں میں کوئی ایسا شِعار رائج ہو جو نہ شریعت کے خلاف ہے اور نہ اس میں شرعی عیب ہے، اپنی پارسائی ظاہر کرنے کے لیے اس پر لوگوں کو ملامت نہ کرے۔ اگر کوئی لوگوں کی عام روش سے ہٹ کر الگ راستہ اپناتا ہے، تو یہ لوگوں کے دلوں کو دین کی طرف مائل کرنے کے اعلیٰ مقصد کے خلاف ہے۔ خبردار رہو! اس بات کو خوب توجہ سے سنو! کہ یہ بہت خوبصورت باریک علمی نکتہ اور حکمت کی بات ہے اور دین کے معاملے میں سلامتی اور وقار کا راستہ ہے، جس سے بہت سے خشک مزاج زاہد اور باطنی کشف کا دعویٰ کرنے والے غافل اور جاہل ہوتے ہیں۔ وہ اپنے فاسد گمان میں بڑے دین دار بنتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ دین کی حکمت اور شریعت کے مقاصد سے بہت دور ہوتے ہیں، حکمت و دانش کے اس پیغام کو مضبوطی سے پکڑو، یہ چند سطریں ہیں، مگر اس میں علم کا بڑا خزانہ ہے، (فتاویٰ رضویہ، جلد:4، ص:528)''۔

(روزنامہ دنیا، 22 اکتوبر 2018ء)